منو بھنڈاری کی کہانی ''مجبوری'': جدید عہد کی ایک بے مثال تصویر

صادق اقبال
ریسرچ اسکالر، دہلی یونیورسیٹی

ملخص

ہندی فکشن میں منو بھنڈاری کا نام اہم کہانی کاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔انہوں نے معاشرے کے مختلف موضوعات پر اپنا قلم اُٹھایا ہے۔بھنڈاری نے جس موضوع پر لکھا اس میں ان کی بیبا کی نظر آتی ہے۔ان کے افسانے مختلف زبانوں میں ترجمہ کیے گئے ہیں۔عورتوں کے مسائل،شہری زندگی، دیہی زندگی کی عکاسی،محبت کی داستان،معاشی تنگ حالی وغیرہ کو کہانی کے ذریعہ ہندی فکشن میں اضافہ کرنے میں کامیاب نظر آتی ہیں۔ بھنڈاری نے کہانی نشہ کے ذریعہ معاشرے میں باپ بیٹے بگڑتے ہوئے تعلقات کا نقشہ کھینچا ہے تو کہانی ''تیسرا حصہ'' میں مرد کے جھوٹ بولنے کی روداد کو پیش کرتی ہیں۔کہانی ''چھیئے'' میں رشوت کے بدولت فیل طالب علم کا دوسرے کلاس میں چلے جانا۔کہانی ''گھوٹن '' میں عورتوں کی بے بسی کی داستان ہے تو کہانی ''بند دروازوں کا ساتھ'' میں منظری کے شوہر کا دوسری عورت کے ساتھ تعلقات کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔اس کے علاوہ بھنڈاری نے جنسیات پر بھی بیبا کی سے لکھا ہے۔شادی سے پہلے جنسی رشتہ کو بھی بڑی حمت کے ساتھ اپنے یہاں جگہ دی ہے۔''ایک بار اور''، ''یہی سچ ہے''، ''گیت کا چُمبن''، ''تین نگاہوں کی ایک تصویر''، ''تیسرا آدمی'' وغیرہ ہیں۔

منو بھنڈاری ہندی کہانی کاروں میں ایک اہم مقام رکھتی ہیں۔اسّی سے پہلے لکھنے والوں میں ان کا شمار ہوتا ہے لیکن اسّی کے بعد بھی انہوں نے بہترین کہانیاں لکھی ہیں۔ان کے

موضوعات میں جدت پائی جاتی ہے۔ بھنڈاری نے شہر اور گاؤں کی زندگی کی کشمکس کا بیان بڑے فنکارانہ طریقے سے پیش کیا ہے۔ انہیں موضوع پر ان کی ایک کہانی ''مجبوری'' جس میں ایک ایسے خاندان کی روداد بیان کی گئی ہے جو معاشی تنگی کی وجہ سے شہر میں جا کر نوکری کرتا ہے۔ کہانی میں اپنے بیٹے اور پوتے سے ایک بوڑھی ماں کی محبت کو دکھایا گیا ہے۔ گھر میں بوڑھی اماں کے ساتھ صرف اس کا شوہر رہتا ہے اور اس کا بیٹا نوکری کے سبب شہر میں مقیم ہے۔ جب بوڑھی اماں کو خبر لگتی ہے کہ اس کا بیٹا اور پوتے کے ساتھ بہو بھی شہر سے آ رہی ہے تو مارے خوشی کے گھر کی صاف سفائی میں لگ جاتی ہے اور ساتھ میں آس پڑوس کو بھی یہ خبر دیتی ہے کہ اس کا بیٹا شہر سے دو سال بعد آ رہا ہے۔ خوشی میں بوڑھی اماں اپنے گھوٹنے کے درد کو بھی بھول جاتی ہے۔ بوڑھی اماں اپنے بیٹے کے آنے پر خوش تو ہے وہیں اسے اپنے بیٹے کے دور رہنے کا بھی درد ہے جسے وہ اپنی پڑوسن نرمدا کو اس طرح بتاتی ہے۔

> ''نوکری تو آخر نوکری ہی ہے۔ میرے پاس آج لاکھوں کا دھن ہوتا تو بیٹے کو یوں نوکری کرنے پردیس نہیں دُرا دیتی، پر......

بوڑھی اماں اپنے درد کو بھول کر اپنے بہو اور بیٹے کے ساتھ پوتے کی خدمت میں لگ جاتی ہے۔ وہیں بوڑھی اماں کو یہ خبر دی جاتی ہے کہ اب ان کا پوتا بیٹو شہر نہیں جائیگا وہ اسی کے پاس ہی رہنے کے لیے آیا ہے۔ تب وہ حیرت زدہ ہو کر مختلف طرح کے سوالات بھی کرتی ہیں۔ ''تم کیا کہہ رہی ہو بہو، بیٹو کو میرے پاس چھوڑ جاؤ گی، میرے پاس! سچ؟'' وہیں کہانی مجبوری میں ضعیف انسانوں کی تنہائی کی داستان نظر آتی ہے۔ ہندی ادیبوں نے اپنی کہانیوں کے ذریعہ شہر اور گاؤں کے درمیان میں ہونے والے خلا کو ہمیشہ پیش کرتے ہوئے آ رہے ہیں۔ منو بھنڈاری نے بھی کہانی مجبوری میں گاؤں اور شہر کی زندگی کو بہت ہی خوبصورت انداز میں بیان کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

ایک طرف بوڑھی اماں ہیں جو گاؤں میں اپنی زندگی کی آخری عمر گزار رہی ہیں تو دوسری طرف ان کا بیٹا ذریعہ معاش کی وجہ سے شہر میں رہ رہا ہے۔

منو بھنڈاری نے اپنی اس کہانی کے ذریعہ معاشرے کے ان افراد کی طرف ہماری توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی ہے کہ یہ معاشرہ اپنی زندگی کی جدوجہد میں اپنے خاندان، ماں باپ اور اپنی مٹی کی خوشبو سے میلوں دور معاش کے لیے سب کو چھوڑ کر شہر کی دھول پھانکنے پر مجبور ہوتا ہے۔ بوڑھی اماں پوتے کی یہ خبر سن کر کہ بیٹو اب اسی کے پاس رہے گا، وہ اپنے تمام دکھ درد کو بھول جاتی ہے حتیٰ کہ اسے اپنے گھٹنے کے درد کا بھی خیال نہیں رہتا اور اپنے پڑوس کے لوگوں کو یہ خوشخبری دینے لگتی ہے۔ لیکن یہ عارضی خوشی ثابت ہوتی ہے بہو بیٹو کو چھوڑ کر شہر تو چلی جاتی ہے۔ وہیں جب دو سال بعد پھر واپس گاؤں آتی ہے تو اپنے بیٹے کی عادت کو دیکھ کر اس کے ماتھے پر شکن آجاتی ہے اور اپنی ساس سے شکایتی لہجہ میں اس طرح کہتی ہے کہ:

''اماں آپ نے تو اسے بگاڑ کر رکھ ہے، اس طرح کیسے چلے گا؟

بہو دو سال بعد اپنے بیٹے کو دیکھتی ہے تو وہ پریشان ہو جاتی ہے لیکن اس کی مجبوری ہے کہ وہ اپنے بیٹو کو واپس نہیں لے جا سکتی ہے۔ بیٹے کو دادی کے پاس ہی چھوڑ کر شہر واپس ہو جاتی ہے۔ لیکن دو سال بعد جب پھر سے گاؤں آتی ہے تو اب اپنے بیٹے کی حالات دیکھ کر زیادہ پریشان ہو جاتی ہے کیونکہ چھوٹا بیٹا اب ٹوٹی پھوٹی انگریزی بھی بولنے لگا تھا وہیں بڑا بیٹا گاؤں میں رہنے کی وجہ سے وہیں کا وہیں جس حالات میں چھوڑ کر گئی تھی ویسا ہی تھا۔ اس وجہ سے اب وہ اپنے شوہر سے بولتی ہے کہ اس بار بیٹو کو بھی اپنے ساتھ لیکر جانا ہے۔ لیکن شوہر کا دل ہوتا ہے کہ بیٹا ماں باپ کے پاس رہے جس سے اس بوڑھاپے میں ان کا دل بھی لگا رہے۔ اس سب کے باوجود رما نہیں چاہتی ہے کہ اب اس کا بیٹا یہاں گاؤں میں رہے۔ وہ اپنے شوہر سے بولتی ہے کہ:

’’جیسے بھی ہو اس بار بیٹو کو لیکر چلنا ہی ہوگا۔ یہی
حال رہا تو اس کی زندگی چوپٹ ہو جائے گی۔ یہ
بھی کوئی ڈھنگ ہے بھلا۔

مجبوری کہانی میں شہری زندگی کی پریشانیوں کا حساس ہوتا ہے یا پھر یوں کہہ سکتے ہیں کہ لوگ شہر میں اس قدر مصروف ہوتے ہیں کہ ایک ساتھ دو بچوں کی پرورش والدین کے لیے بوجھ سا لگتا ہے۔ مجبوری افسانہ میں گاؤں اور شہر کی کشمکش کو فنکارانہ طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔ کہانی میں ایک طرف گاؤں کی مٹی کی خوشبو ہے تو دوسری طرف شہر کی مصروفیت ہے۔ ایک ہی ماں باپ کے دو بچے جو الگ الگ ماحول وفضا میں پرورش پا رہے ہیں لیکن دونوں کی زندگی مختلف نہج پر پہنچ جاتی ہے۔ شہر میں تعلیم پانے والے بچے ان بچوں سے بہتر ہے جو گاؤں میں دادا دادی کے پاس رہ کر حاصل کر رہا ہے۔ افسانہ نگار کا مقصد یہ رہا ہے کہ انسان اپنی مصروفیت کے آگے مجبور ہوتا ہے ورنہ والدین اپنے بچوں کو خود سے دور نہیں رکھ سکتا ہے۔ کہانی میں بوڑھی اماں سوچتی ہے کہ اگر اس کے پاس دولت ہوتی تو اپنے بیٹے کو شہر کمانے کے لیے نہیں جانے دیتی تو دوسری طرف راما اپنے بیٹے کو اس لیے ساس کے پاس چھوڑ کر چلی جاتی ہے کہ شہر میں ایک ساتھ دو بچوں کی دیکھ بھال نہیں کر پائے گی۔ کہانی کار نے اس میں ماں باپ کا پیار دکھانے کی کوشش کی ہے تو دوسری طرف گاؤں میں رہ رہے دادا دادی کا پیار ہے۔ ایک جگہ کہانی میں ساس اپنی بہو کو اس طرح سے سمجھاتی ہے کہ

’’ارے پڑھ لیگا! عمر آئیگی تو پڑھ بھی لیگا۔ یہ مت
سوچنا کہ میں اُسے گنوار ہی رہنے دوں گی۔ رام

سُر کو بھی تو میں نے ہی پالا پوسا ہے، اُسے کیا گنوار
ہی رکھ دیا؟ پھر یہ تو مجھے اور بھی پیارا ہے۔''

یہ کہانی نئی تہذیب کی عکاسی کرتی ہے۔ ہم جس معاشرے میں رہ رہے ہیں وہاں اپنے ساتھ کئی بچوں کی پرورش اور اس کی تربیت کرنا جیسے محال سا ہو گیا ہے تبھی بیٹو کے والدین اسے اپنے دادا دادی کے پاس رکھ کر شہر چلے جاتے ہیں۔ کہانی کار کا منشا یہی رہی ہے کہ انسان اپنی مصروفیت کی وجہ سے اپنے بچوں کو بھی خود سے الگ رکھنا فخر سمجھتے ہیں۔ وہیں کہانی میں ایک حساس کردار بھی ہے جو اپنی عمر کی آخری دہلیز اور طبیعت ناساز ہونے کے باوجود پوتے کو ساتھ رکھنا قبول ہے۔ افسانہ مجبوری میں دو ماں باپ کی کشمکش صاف طور پر نظر آتی ہے۔ ایک طرف وہ ماں ہے جسے کچھ سالوں بعد احساس ہوتا ہے کہ بیٹو گاؤں میں رہیگا تو تعلیم میں نامکمل رہ جائیگا وہیں دوسری طرف دادی اپنے بیٹے کا ذکر کر کے بہو سے بتاتی ہے کہ اسے بھی میں ہی پڑھا لکھا کر بڑا کیا ہے کہاں یہ جاہل رہا پوتا تو اور بھی پیارا ہے جسے میں گنوار جاہل تھوڑی نہ رہنے دوں گی۔

افسانہ مجبوری میں زبان و بیان کا استعمال ویسا ہی نظر آتا ہے جس طرح کے کردار پیش کیے گئے ہیں۔ گاؤں کی بوڑھی اماں کی زبان دیہی زبان کی عکاسی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ بوڑھی اماں ایک جگہ اپنے بیٹے کے تعلق سے یوں بولتی ہیں کہ:

''میرے پاس آج لاکھوں کا دھن ہوتا تو بیٹے کو
یوں نوکری کرنے پردیس نہیں دُرادیتی، پر''
''تم کیا جانو بہو اپنے کلیجے کے ٹکڑے کو نکال کر ممبئی
بھیج دیا۔ رامیسُر کے بنا یہ گھر تو مسان جیسا لگتا
ہے''

افسانہ مجبوری اپنے موضوع کے اعتبار سے اہمیت کے حامل ہے۔اس میں گاؤں ہے تو دوسری طرف شہر ہے۔وہیں بزرگ ماں باپ ہیں تو ایک طرف ماں کی ممتا ہے۔کہانی کے ذریعہ منو بھنڈاری نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ یہ مجبوری کسی ایک فرد کی نہیں ہے بلکہ اس طرح کی مجبوری کا شکار معاشرے کا ایک بڑا طبقہ بھی ہے۔